علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری۔حیات وخدمات (ایک جائزہ)

Allama Abdul Mustafa Al. Azhari(Life and Services)

1- **Dr.Shakir Hussain Khan**

Visiting Teacher dept of Islamic Learning University of Karachi

Email: shakirhussaink24@gmail.com

To cite this article:

Dr. Shakir Hussain khan , Jan-june (2021). urdu
ISSN No : 2790-0460

علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری۔حیات وخدمات (ایک جائزہ)

Allama Abdul Mustafa Al. Azhari(Life and Services)

Albahis: Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2), 1–13. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری۔حیات وخدمات (ایک جائزہ)

Allama Abdul Mustafa Al. Azhari(Life and Services)

Abstract:

Allama Abdul Mustafa Al-Azhari is one of the leading scholars of Karachi. His father's name is Maulana Amjad Ali Azmi. His father is the author of the famous book of Hanafi jurisprudence "Bihar Shariat". Maulana Amjad Ali Azmi's family is religiously affiliated with the Hanafi Barelvi sect.

Allama Abdul Mustafa Al-Azhari is a religious scholar , political leader, and author of Tafsir Al-Azhari. He was a close associate of Maulana Shah Ahmad Noorani and the leader of the Jamiat Ulema-e-Pakistan (J-U-P), a major religious political party in Pakistan. He played an important role in the religious politics of Pakistan.

He defined the meaning of Muslim at the national level, which was translated into English by Prof. Shah Farid-ul-Haq. This is the definition of a Muslim, enshrined in the 1973 Constitution of Pakistan.

Key words: Leading scholar, Hanafi Barelvi sect, religious political party, National level.

کلیدی الفاظ: ممتاز عالم دین ، حنفی بریلوی مسلک ، مذہبی سیاسی جماعت ، قومی سطح پر

تمہید:

تاریخ طور پر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہیں کہ برصغیر پاک وہند کے بڑے بڑے خاندانوں سے تعلق رکھنے والوں نے مذہبی تعلیم حاصل کی۔ شاہی خاندانوں بڑے بڑے نوابوں اور زمینداروں نے مذہبی خدمات سرانجام دینے والوں کی سرپرستی کی۔ جن لوگوں نے اپنی خواہش، مذہبی اخلاص و رجحانات کے باعث رضاکارانہ طور پر دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنی مذہبی خدمات سرانجام دیں، اللہ رب العلمین نے انھیں ان کی خدمات کے صلے میں، عزت و شہرت کا مقام عطا فرمایا اور رزقِ طیّب وحلال کی فراوانی عطا فرمائی۔ ان مذہبی خاندانوں میں ایک روشن نام مولانا محمد امجد علی اعظمی کے خاندان کا ہے۔ جنھوں نے خانوادہ فاضل بریلوی کی سرپرستی میں دینی و مذہبی تعلیم و تربیت حاصل کی اور اپنا مذہبی فریضہ سرانجام دیا۔ مولانا اعظمی کی اولادِ امجاد میں ایک نام علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کا ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ

علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کی حیات میں ان کے انٹرویو مختلف رسائل و جرائد اور قومی اخبارات میں شائع ہوئے۔ اور ایسی خبریں بھی شائع ہوئیں جن میں انھیں ان کی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ ان کی پانچ پاروں پر مشتمل "تفسیر ازہری" ایک جلد میں پہلی بار ان کی حیات میں شائع ہوئی۔ طباعت دوم ان کے برادرِ اصغر علامہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی کی سرپرستی میں (کمپوٹرائز کمپوزنگ) شائع ہوئی اور الحمد اللہ اس کی پروف ریڈنگ کا فریضہ رمقالہ نگار نے سرانجام دیا۔ علامہ الازہری پر ان کی وفات کے موقع پر چند مضامین بھی لکھے گئے۔ ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی نے مقالہ نگار کو بتایا کہ حاجی محمد حنیف طیب نے بھی علامہ الازہری پر کچھ لکھا ہے، جو اب تک ہم سے اوجھل ہے اگر وہ باقاعدہ کوئی کتاب ہوتی تو بازار میں دستیاب ہوتی۔ البتہ بزرگانِ کراچی (ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی) پاکستان میں علماء و مشائخ قادریہ کی خدمات (ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی) تذکرہ بزرگانِ کراچی (محمد طاہر انجم قادری) مشائخ امجدیہ (سید محمد زین العابدین شاہ راشدی) میں مختصر مضامین شائع ہوئے ہیں۔ ہم نے اب تک شائع ہونے والا مواد جو ہمیں دستیاب ہوا اس کو جمع کیا اس کا جائزہ لیا اس کا تقابل کیا، اغلاط کی نشاندہی کی اور اپنے مطالعے، اور مشاہدے کو بھی قلم بند کر کے یہ مقالہ تحریر کیا ہے جو آپ کے پیش نظر ہے۔۔

تعارف:

علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کا شمار کراچی کے معروف علماء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہارِ شریعت کے فرزندِ ارجمند ہیں، جن کی مساعی جمیلہ سے قرآن مجید کا اردو ترجمہ کنزالایمان شروع ہوا او پایۂ تکمیل کو پہنچا جن پر مولانا احمد رضا خان بریلوی حد درجہ اعتماد کرتے تھے۔[1]

---

[1] . قادری محمد عبدالحکیم شرف، " مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی" بشمول، بہارِ شریعت، جلد اول، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ص5

خاندانی پس منظر:

راقم اگرچہ مولانا محمد الیاس عطار قادری سے 17 رمضان المبارک 1406ھ سلسلہ قادریہ رضویہ میں بیعت ہوا تھا لیکن راقم کو اور بھی بزرگوں سے فیض یاب ہونے کے مواقع میسر آئے جن میں علامہ ازہری کے برادرِ اصغر، قاری رضا المصطفیٰ اعظمی بھی شامل ہیں۔ ہم نے قاری صاحب کے زریعے ان کے خاندان کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ راقم نے جب قاری صاحب سے سوال کیا کہ آپ کی کاسٹ کیا ہے؟ اس کے جواب میں قاری صاحب نے فرمایا" ہمیں اعظم گڑھ میں شیخ کہا جاتا تھا۔"

علم وادب کے حوالے ضلع اعظم گڑھ کی زمین بڑی زرخیز ثابت ہوئی۔ اس خطہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ جگہ مسلمانوں کی ہند میں آمد کے بعد مذہبی، علمی اور ادبی تحریکات کا مرکز بن گئی۔ یہاں کے ٹھاکر خاندان اور دوسرے ہندو خاندانوں نے اسلام قبول کیا۔ یہاں کے مقامی اور عرب وافغانستان سے ہجرت کر کے آنے والوں نے اسلام اور اردو ادب کے لیے لازوال خدمات پیش کیں جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ ازہری کے اجداد کا شمار بھی اعظم گڑھ کے علماء میں ہوتا ہے۔ ان کے والد، مولانا امجد علی بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن خیر الدین (1296ھ/9- 1878ء) اور ان کے خاندان کے افراد نے اسلام کی دعوت و تبلیغ میں اہم کردار ادا کیا۔

علامہ ازہری کے والد امجد علی اعظمی نے چار شادیاں کی تھیں۔ اللہ رب العلمین نے انہیں چاروں ازواج سے اولاد عطا فرمائی تھیں۔ ان کی پہلی زوجہ کا نام کریمہ خاتون ہے۔ ان کے بطن سے پانچ اولادیں ہوئیں۔ ان کے نام یہ ہیں: مولانا حکیم شمس الھدیٰ محترمہ زبیدہ خاتون، مولانا محمد یحییٰ، علامہ عبد المصطفیٰ الازہری (میرے ممدوح) اور عطاء المصطفیٰ۔ ان کی دوسری زوجہ کا نام شفیق النساء ہے۔ ان کے بطن سے ایک لڑکی (نام معلوم نہیں) نے جنم لیا۔ ان کی تیسری بیوی کا نام رابعہ خاتون ہے۔ ان کے بطن سے دو لڑکوں کی ولادت ہوئی، جن میں ایک محمد امجد اور دوسرے قاری رضا المصطفیٰ اعظمی ہیں۔ ان کی چوتھی بیوی کا نام حاجرہ خاتون ہے۔ ان کے بطن سے آٹھ بچوں کی ولادت ہوئی جن میں پانچ کے نام یہ ہیں نام، سعدیہ خاتون، عائشہ خاتون، علامہ ضیاء المصطفیٰ، محمد مصطفی، فداء المصطفیٰ۔ چند بچوں کا انتقال مولانا امجد علی اعظمی کی حیات میں ہی ہو گیا تھا (جس کی تفصیل آگے آئے گی)۔

مقام وسنِ ولادت:

علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کے سوانح نگاروں نے آپ کی تاریخ ولادت اور مقامِ ولادت مختلف تحریر کی ہے۔ محمد انعام المصطفیٰ لکھتے ہیں "آپ کی ولادت چودھویں صدی ہجری کی چوتھی دہائی میں بریلی شریف میں ہوئی۔[2] ابوزاہد نظامی، کے بقول "(علامہ عبدالمصطفیٰ) 1918ء "میں بریلی میں پیدا ہوئے۔[3]

عرفانِ منزل، کراچی لکھتا ہے کہ "علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، یوپی کے مشہور ضلع، اعظم گڑھ کی مشرقی تحصیل گھوسی کے ایک محلے (کریم الدین پور) میں محرم 1334ھ بمطابق 1915ء میں پیدا ہوئے۔"[4] استاذی ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی کی کتاب میں درج ہے "1337ھ/1918ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔" [5] محمد طاہر انجم قادری نے بھی وہی سن ہجری و عیسوی اور مقام پیدائش لکھا ہے جو ناصر صاحب نے تحریر کیا ہے (یعنی" 1337ھ/ 1918ء میں بریلی میں پیدا ہوئے")۔[6]

ہم یہ سمجھتے کہ عرفان منزل، والوں کو مغالطہ ہوا ہے اور یہی غلطی شعبہ علومِ اسلامی جامعہ کراچی کی ایک محققہ راحت جہاں، [7] سے ہوئی ہے انہوں نے بھی علامہ ازہری، کے مقامِ پیدائش کے بارے میں لکھا ہے کہ "آپ کی ولادت 1916ھ قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ (یوپی بھارت) میں ہوئی۔" [8]

علامہ ازہری، کے والد ماجد مولانا امجد علی اعظمی کا مقامِ ولادت اعظم گڑھ ہے۔ وہ مدرسہ منظر اسلام بریلی میں مدرس تھے۔ علامہ ازہری اُن کی پہلی بیوی سے تھے نیز یہ کہ علامہ ازہری کی پہلی درس گاہ مدرسہ منظر اسلام بریلی ہے۔ ماہنامہ ضیائے حرم کے ابوزاہد نظامی قابل آدمی ہیں انہوں نے علامہ ازہری کا انٹرویو، فروری، 1974ء میں لیا تھا اس وقت ازہری صاحب

---

[2] ۔اعظمی، محمد انعام المصطفیٰ، "کچھ مصنف کے بارے میں" بشمول، تفسیر الازہری، طبع جدید، مکتبہ رضویہ، کراچی، جلد اول، بار دوم، ص 413

[3] ۔نظامی ابوزاہد، "انٹرویو: علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری" بشمول، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، فروری، 1974ء، ص 17

[4] ۔ادارہ، "پیر و مرشد کے پیر زادہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہریؒ، عرفانِ منزل، کراچی (مُصلح الدین نمبر)، یکم جمادالثانی 1405ھ (فروری 1985ء) ص 353

[5] ۔ صدیقی ناصر الدین، بزرگان کراچی، اسلامک فاؤنڈیشن آف پاکستان، کراچی، طبع دوم، 2004ء، ص 116

[6] ۔قادری، محمد طاہر انجم، تذکرہ بزرگان کراچی جلد اول، مکتبہ فیضانِ اولیاء، کراچی، اشاعت اول، 2012ء، ص 297

[7] ۔جنھوں نے ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری کی نگرانی میں اپنا یہ مقالہ " مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کی دینی علمی اور سیاسی خدمات" لکھا۔

[8] ۔راحت جہاں سید نعیم الدین مراد آبادی کی دینی علمی اور سیاسی خدمات، بزمِ چشتیہ صابریہ، کراچی، 2019ء، ص 239

صحت مند تھے نیز ان کی بات کی تائید محمد انعام المصطفیٰ کے قول سے بھی ہوتی ہے جو کہ [9] علامہ ازہری کے پوتے ہیں۔ اسی طرح سن عیسوی میں بھی تضاد واقع ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر ناصر الدین اور محمد طاہر انجم کی تحریرات میں ابوزاہد نظامی اور محمد انعام المصطفیٰ کے اقوال میں ہم آہنگی پائی جارہی ہے اس لیے ہم قادری صاحبان کے اقوال کو درست قرار دیں گے۔ یعنی علامہ ازہری "1337ھ/1918ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔"

فاضل بریلویؒ سے عقیدت:

محمد انعام المصطفیٰ لکھتے ہیں "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلویؒ نے آپ کو اپنی آغوشِ ولایت میں لیا اور ارشاد فرمایا کہ میں اس بچے کو اپنا نام عبد المصطفیٰ دیتا ہوں۔ اعلیٰ حضرتؒ نے آپ کی پیشانی پر علم و فضل اور تقویٰ و طہارت کے دمکتے ہوئے آثار چوں کہ اپنی نگاہِ ولایت سے ہی دیکھ لیے تھے۔ اس لیے اپنی فراستِ باطنی کے باعث نام رکھنے کے ساتھ یہ بشارت بھی عطا فرمادی تھی کہ یہ بچہ (عبد المصطفیٰ) اپنے وقت کا جید اور ممتاز عالم دین ہوگا۔" [10] علامہ ازہری نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ " اعلیٰ حضرت سنّیوں کے امام ہیں اور ان سے عقیدت و محبت فطری ہے۔" [11]

جامعہ ازہر سے نسبت:

قاری صاحب نے راقم کو بتایا کہ " اعظم گڑھ میں علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی تھے اس لیے بھائی صاحب نے اعظمی لکھنے کے بجائے ازہر سے اپنی نسبت قائم کی اور اپنے نام کے ساتھ ازہری کا اضافہ کیا۔" یعنی جامعہ ازہر کی نسبت کو اپنے نام کے ساتھ رکھا، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ علامہ ازہری اعظم گڑھ میں نہیں بلکہ بریلی میں پیدا ہوئے تھے۔

تعلیم و تربیت :

ابوزاہد نظامی رقم طراز ہیں "(علامہ عبد المصطفیٰ نے) ابتدائی تعلیم منظر اسلام بریلی میں حاصل کی جہاں اُن کے والد گرامی بھی تدریسی فرائض سرانجام دیتے تھے۔" [12] جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی میں آپ کے استاد مولانا احسان الحق تھے جو آپ کے والد کے شاگرد تھے اور آپ کے والد مولانا امجد علی صدر مدرسین کے منصب پر فائز تھے۔ [13]

محمد طاہر انجم قادری کے بقول "علامہ ازہری نے قرآن حکیم کی تعلیم بریلی شریف کے دار العلوم منظر اسلام میں مولانا احسان علی مظفر پوری سے حاصل کی جو کہ اُن دنوں دار العلوم میں ابتدائی کتب پر معمور تھے۔ انہی دنوں آپ کے والد ماجد بریلی

---

[9] - محمود قادری بھائی (مکتبہ رضویہ، کراچی) کے بقول کہ " وہ علامہ ازہری کے پوتے ہیں۔"

[10] - تفسیر الازہری، ص 413

[11] - عرفانِ منزل، کراچی (مُصلح الدین نمبر)، ص 358

[12] - نظامی، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، فروری، 1974ء، ص 17

[13] - عرفانِ منزل، کراچی (مُصلح الدین نمبر)، ص 353

شریف سے منتقل ہو کر جامعہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔انہی دنوں علامہ ازہری نے اپنے آبائی وطن قصبہ گھوسی اعظم گڑھ میں محلّہ کریم الدین کے مکتب میں اردو کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ازہری صاحب کو1926ء میں آپ کے والد ماجد مفتی امجد علی اعظمی نے جامعہ عثمانیہ اجمیر شریف بلالیا۔[14]جب کہ عرفانِ منزل، لکھتا ہے کہ مولانا امجد علی اعظمی، جامعہ معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف، آئے تو ازہری صاحب کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔[15]

ابوزاہد نظامی رقم طراز ہیں"بعد ازاں ازہری صاحب جامعہ عثمانیہ اجمیر شریف میں داخل ہوگئے جہاں انہوں نے حکیم عبد المجید مفتی امتیاز احمد اور فاضل عبدالحئ جیسے اساتذہ سے استفادہ کیا۔منطق، فلسفہ، فقہ اور تفسیر کی کتابیں انہوں نے حضرت صدرالشریعہ (والد، امجد علی اعظمی) سے پڑھیں۔" [16]محمد انعام المصطفیٰ کے بقول: جامعہ معینیہ عثمانیہ (اجمیر شریف) میں درسِ نظامی عربی کی تعلیم حاصل کی . [17] عرفانِ منزل، لکھتا ہے کہ "اجمیر شریف میں علامہ ازہری نے عربی، فارسی، فقہ وحدیث اور تفسیر کی تعلیم مکمل کی۔1931ء میں واپس بریلی تشریف لے آئے اور ایک سال تک مزید بریلی میں تعلیم حاصل کی۔" [18]

محمد طاہر انجم قادری رقم طراز ہیں"آپ (علامہ ازہری) نے (اجمیر شریف میں) کتب فارسی مولانا محمد عارف بدایونی سے پڑھیں، عربی کی ابتدائی کتب والد ماجد کی نگرانی میں مولانا عبدالمجید، مفتی امتیاز احمد اور مولانا عبدالحئ سواتی سے حاصل کی اور حدیث مبارکہ کی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔"

محمد انعام المصطفیٰ کے بقول: دورہ حدیث کی تکمیل بریلی شریف میں کی۔حدیث شریف کی سندِ اجازت آپ کو مولانا امجد علی، مولانا شاہ حامد رضاخان، مولانا مصطفی رضاخان، اور مولانا ضیاء الدین مدنی سے حاصل تھی۔[19] ایسا لگتاہے کہ انعام صاحب کو کچھ غلط فہمی ہوگئی ہے حدیث شریف کی سند کے بجائے خلافت کی سند واجازت ہو؟

ابوزاہد نظامی، رقم طراز ہیں"1937ء میں وہ جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے اور تین سال وہاں رہ کر شہادۃ الاہلیۃ اور شہادۃ العالیہ (جامعہ ازہر کی ڈگریاں) حاصل کیں۔[20] مصر جانے کا سن "1937ء" درست نہیں لگتا، کیوں کہ 1937ء تا

---

[14] ۔قادری، تذکرہ بزرگان کراچی، ص 297

[15] ۔عرفانِ منزل، کراچی، (مُصلح الدین نمبر)، ص 353

[16] ۔نظامی، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، فروری، 1974ء، ص 17

[17] ۔ تفسیر الازہری، جلد اول، ص 414

[18] ۔عرفانِ منزل، کراچی (مُصلح الدین نمبر)، ص 353

[19] ۔تفسیر الازہری، ص 414

[20] ۔نظامی، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، فروری، 1974ء، ص 17-18

1938ء تو ایک سال کا عرصہ ہوا۔ تین سال کیسے ہو سکتے ہیں؟۔ علامہ ازہری، قاری مصلح الدین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "1933ء میں مصر جاتے وقت قاری صاحب سے ملاقات ہوئی تھی اس وقت وہ طالب علم تھے اور جب قاری صاحب فارغ التحصیل ہوئے تو قاری صاحب کے استاد حضرت حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارک پوری قاری صاحب اور دیگر طالب علموں کو لے کر صدر الشریعۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بخاری شریف کا سبق والد صاحب سے پڑھوایا اور اس کے بعد قاری صاحب کو داخلہ ء سلسلہ کیا اس لحاظ سے قاری صاحب حضرت صدر الشریعۃ کے مرید ہی نہیں بلکہ شاگرد بھی ہیں۔ البتہ قاری صاحب کی ابتدائی تعلیم حیدر آباد دکن میں اور زیادہ تر تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں مکمل ہوئی۔"

علامہ ازہری، کی اس گفتگو کو پیش کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ اس میں مصر جانے کا سن اور دوسرا یہ کہ اس گفتگو میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور، کا ذکر بھی ہوا۔ تاکہ علامہ ازہری، کی جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے وابستگی بھی ثابت ہو جائے۔ کیوں کہ آپ نے اس ادارے میں بھی درس وتدریس کا فریضہ سر انجام دیا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔

عرفانِ منزل، لکھتا ہے کہ "1933ء میں بغرض تعلیم مصر تشریف لے گئے اور مصر جامعہ ازہر سے سعادت عربیہ (شہادۃ الاہلیۃ) اور سعادت عالیہ (شہادۃ العالیہ) کا امتحان پاس کرنے کے بعد 1937ء میں واپس بھارت تشریف لے آئے اس زمانے میں حضرت صدر الشریعۃ (امجد علی اعظمی) علی گڑھ کے دار العلوم حافظیہ سعیدیہ میں حدیث، فقہ اور منطق کا درس دیا کرتے تھے۔ لہٰذا علامہ ازہری نے دو سال تک مزید احادیث کے درس میں شرکت کی۔[21] محمد طاہر انجم قادری کے بقول مذکورہ دار العلوم علی گڑھ کے قصبہ دادوں میں نواب ابو بکر کا مدرسہ ہے۔[22]

ڈاکٹر ناصر الدین، آپ کے والد امجد علی اعظمی کی خدمات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں"

1343ھ/1924ء میں بحیثیت صدر مدرس "جامعہ معینیہ عثمانیہ "اجمیر تشریف لے گئے اور 1351ھ/1932ء میں پھر بریلی شریف آئے اور تین سال قیام کیا۔ بعد ازاں نواب حاجی غلام محمد شیروانی رئیس ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس "دار العلوم حافظیہ سعیدیہ" میں تشریف لے گئے اور سات سال تک بکمال حسن وخوبی فرائض تدریس انجام دیئے۔[23]

بیعت وخلافت:

[21] - عرفانِ منزل، کراچی (مُصلح الدین نمبر)، ص 353،

[22] - قادری، تذکرہ بزرگان کراچی، ص298

[23] - صدیقی ناصر الدین، ڈاکٹر، پاکستان میں علماء ومشائخ قادریہ کی خدمات، اسلامک فاؤنڈیشن پاکستان، کراچی، ص 61

علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کی بیعت وارادت وخلافت مولانا احمد رضاخان فاضل بریلوی سے ہے اور سلسلہ قادریہ رضویہ ہے۔[24] محمد طاہر انجم رقم طراز ہیں "علامہ ازہری نے بچپن میں اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام احمد رضاخان محدث بریلوی کے دستِ مبارک پر بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔ جب کہ اپنے والد ماجد صدر الشریعہ امجد علی اعظمی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضاخان بریلوی، مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضاخان بریلوی، اور قطب مدینہ حضرت شیخ ضیاالدین مدنی سے آپ نے اجازت خلافت حاصل کی تھی۔"[25]

عرفانِ منزل نے لکھا ہے کہ "شیخ ضیاالدین مدنی کی جانب سے 1968ء میں مدینہ منورہ میں سندِ خلافت عطا کی گئی۔[26] جب کہ امجد علی اعظمی اور مولانا حامد رضاخان بریلوی سے ملی ہوئی خلافت کا ذکر نہیں کیا۔ اس طرح ڈاکٹر ناصر الدین نے فاضل بریلوی سے بیعت اور مصطفیٰ رضاخان بریلوی کے خلافت یافتہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔[27]

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب "خلفائے محدث بریلوی" میں مولانا بریلوی کے خلفاء میں علامہ ازہری کا ذکر نہیں کیا اور جب آپ کے والد مولانا امجد علی اعظمی کا تعارف پیش کیا تو نہایت اختصار سے کام لیا۔ آپ کی چار ازواج سے ہونے والی اولاد میں سے صرف چار لڑکوں کے نام تحریر کیے ہیں۔ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا ثناء المصطفیٰ، مولانا ضیاء المصطفیٰ، مولانا رضاء المصطفیٰ اعظمی۔ حالانکہ مولانا امجد علی اعظمی کے سولہ بچے تھیں۔ ڈاکٹر مسعود نے مولانا امجد علی کے خلفاء اور شاگردوں کا بھی ذکر نہیں کیا۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی نے 48 صفحات پر مشتمل کتابچہ بعنوان "دار العلوم منظر اسلام" کے نام سے شائع کیا تھا جس میں دو مقالے ہیں، (الف) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا بعنوان "دار العلوم منظر اسلام" (ب) سید وجاہت رسول قادری کا بعنوان" دار العلوم منظر اسلام بریلی" اس کتابچے میں کسی مقام پر بھی راقم کو مولانا امجد علی اعظمی اور میرے ممدوح علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کا نام نظر نہیں آیا، نہ مدرسین کی فہرست میں اور نہ ہی بطور طالب علم کی حیثیت سے۔ البتہ، معارفِ رضا، کراچی کے صد سالہ جشن دار العلوم منظر اسلام بریلی نمبر، میں ایک مضمون، محمد عطاالرحمٰن کا بعنوان "صدر الشریعہ منظر اسلام میں" اس میں علامہ ازہری کو ذکر نہیں۔ اس مجلے میں دوسرا مضمون، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، کا بعنوان "دار العلوم منظر اسلام اور علامہ شمس بریلوی" ہے جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ "حضرت علامہ شمس بریلوی نے 1935ء میں بعمر سولہ سال اپنی قابلیت، ادبی صلاحیت بالخصوص فارسی زبان وادب میں مہارت کے سبب دار العلوم منظر اسلام میں شعبہ فارسی میں مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دینا شروع کیں اس وقت مولانا امجد علی اعظمی

[24] - تفسیر الازہری، جلد اول، ص 415

[25] - قادری تذکرہ بزرگان کراچی، ص 298

[26] - عرفانِ منزل، کراچی (مُصلح الدین نمبر)، ص 354

[27] - صدیقی، بزرگان کراچی، ص 117

(م1948ء) منظر اسلام کی مسند حدیث پر شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے تھے۔ جب کہ مولوی سردار احمد لائل پوری(1962ء) [28] مفتی وقار الدین قادری(م1993ء) اور مولانا عبد المصطفیٰ الازہری اسی دار العلوم میں درس نظامی کی تکمیل فرما رہے تھے۔"[29]

برٹش انڈیا میں تدریسی خدمات:

نظامی صاحب رقم طراز ہیں"1938ء میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد، منظرِ اسلام بریلی میں تدریسی خدمات سر انجام دینے لگے۔[30] نظامی صاحب کی اس تحریر میں کچھ جملے نقل ہونے سے رہ گئے ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کا ذکر اوپر ہو چکا جہاں تک بریلی شریف میں تدریس کا تعلق ہے تو درست یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ازہری، نے" 1940ء میں باقاعدہ جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی میں تدریسی زندگی کا آغاز کیا تین سال تک مفتی وقار الدین(قادری) کے ہمراہ وہاں درس وتدریس کے فرائض سر انجام دیتے رہے بعد ازاں بڑے بھائی کے انتقال پر ایک سال تک گھوسی میں قیام رہا اور بعد میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں نائب شیخ الحدیث کی حیثیت سے دوبارہ درس وتدریس کا آغاز کر دیا۔"[31]

ڈاکٹر ناصر الدین رقم طراز ہیں"1944ء میں" دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم "مبارک پور(اعظم گڑھ) میں بحیثیت صدر مدرس و شیخ الحدیث کام کیا۔[32]

یہ وہ دور تھا جو علامہ ازہری، کے والد مولانا امجد علی اعظمی اور ان کے خاندان کے لیے قیامت صغریٰ سے کم نہ تھا، اعظمی صاحب رقم طراز ہیں"7 شعبان 1357ھ کو میری ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا۔ اور 25 ربیع الاول 1359ھ کو میرا منجھلا لڑکا مولوی یحییٰ مرحوم کا انتقال ہوا۔ شب دہم رمضان المبارک 1362 کو میرا چھوٹا لڑکا عطاء المصطفیٰ مرحوم کا دادوں ضلع علی گڑھ میں انتقال ہوا اور اسی دوران میں مولوی شمس الھدیٰ موحوم کی تین جوان لڑکیوں کا اور ان کی اہلیہ کا اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا اور مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی اہلیہ اور بچّی کا انتقال ہوا۔

---

[28] ۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کی "مولوی سردار احمد لائل پوری" سے مراد، مفتی اعظم پاکستان، استاذ الاستاذ، علامہ سردار احمد صاحب ہیں۔ یہ علامہ عبد المصطفیٰ رضا خان بریلوی اور مولانا امجد علی اعظمی کے شاگرد اور انہیں اپنے پیر کے علاوہ مولانا حامد رضا خان بریلوی سے بھی خلافت ملی ہے۔ علامہ سردار احمد کے بیٹے صاحبزادہ فضل کریم نے بھی پنجاب کی سیاست میں اہم کردار ادا کیا۔ لائل پور، فیصل آباد کا قدیم نام ہے۔ آج کل ان کے پوتے حامد رضا سیاسی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

[29] ۔ قادری، ڈاکٹر مجید اللہ، "دار العلوم منظر اسلام اور علامہ شمس بریلوی"، بشمول ماہنامہ معارفِ رضا، کراچی، جولائی تا ستمبر 2001ء، ص 177

[30] ۔ نظامی، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، فروری، 1974ء، ص 18

[31] ۔ عرفانِ منزل، کراچی(مُصلح الدین نمبر)، ص 353-354

[32] ۔ صدیقی، بزرگان کراچی، ص 116

ان بہم حوادث نے قلب و دماغ پر کافی اثر ڈالا یہاں تک کہ مولوی محمد عطاء المصطفیٰ مرحوم کے سوم کے روز جب کہ فقیر تلاوت قرآن مجید کر رہا تھا آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونے لگا اور اس میں برابر ترقی ہوتی رہی اور نثر کی کمزوری اب اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں ایسی حالت میں "بہار شریعت" کی تکمیل میرے لیے بالکل دشوار ہو گئی۔" اللہ رب العٰلمین، تمام مؤمنین کو پے در پے ہونے والے حوادث سے محفوظ فرمائے۔[33]

آل انڈیا سنی کانفرنس میں شمولیت:

علامہ ازہری نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز برٹش انڈیا میں اپنے بزرگوں کی سرپرستی میں کر دیا تھا۔ انہوں نے آل انڈیا سنی کانفرنس میں شمولیت اختیار کی۔ عرفانِ منزل لکھتا ہے: آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد کے حصول کے لیے بھرپور کردار ادا کیا اور جماعت رضائے مصطفیٰ میں فعال کردار ادا کیا اور سیاسی اعتبار سے بنارس سنی کانفرنس جو 1946ء میں ہوئی۔ اس کانفرنس کے آپ ایک سرگرم کارکن ہیں اور کانفرنس کی کامیابی میں صدر الشریعۃ کے و دیگر علماء کرام و مشائخ عظام کے ساتھ آپ کا بھی ایک تاریخ ساز کردار ہے۔

ہجرت:

علامہ ازہری قیام پاکستان کے بعد 1948ء میں کھوکھرا پار کے راستے پاکستان تشریف لائے۔[34] اس طرح انہوں مہاجروں کی فہرست میں نام لکھوایا اور ہجرت کر کے نہال ہو گئے۔

پاکستان میں تدریسی خدمات:

نظامی صاحب رقم طراز ہیں "1948ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور جامعہ محمدّی جھنگ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ 1951ء میں حکومت پاکستان نے انہیں محکمہ ءاسلامیات میں صدر العلماء مقرر کیا۔ 1953ء میں ہارون آباد آ گئے اور "منظرِ اسلام" کے نام سے ایک عظیم الشّان مدرسہ تعمیر کیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد مقامی لوگوں سے اختلاف ہو جانے کی وجہ سے کراچی آ گئے جہاں آج (فروری 1974ء) تک دار العلوم امجدیہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔"[35]

دار العلوم امجدیہ کراچی کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ اہل سنت (بریلوی مکتب) کا پہلا تعلیمی ادارہ ہے جو قیام پاکستان کے فوراً بعد 1948ء میں قائم ہوا جس میں تحریک پاکستان کے اکثر ہنماو کارکن علماء نے درس وتدریس کا فریضہ سرانجام دیا۔ دار العلوم امجدیہ کے جن علماء سے راقم کو ملاقات کا شرف حاصل ہوا ان میں مفتی ظفر علی نعمانی، مفتی وقار الدین قادری اور علامہ سید شاہ تراب الحق قادری اور دیگر میں مفتی رمضان گلتر فیصل آبادی (فارسی ادب کے استاد) اور غلام محمد قادری ضیائی

---

[33] - اعظمی محمد امجد علی، بہارِ شریعت جلد دوم (حصہ 17)، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ص 67

[34] - عرفانِ منزل، کراچی (مُصلح الدین نمبر)، ص 354

[35] - نظامی، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، فروری، 1974ء، ص 18

شامل ہیں۔ مفتی ظفر علی نعمانی سے پہلی ملاقات 1985ء میں ہوئی جب آپ مسجدِ اقصیٰ بلال ٹاؤن تشریف لائے تھے۔ مفتی وقارالدین قادری صاحب ہمارے دادا پیر تھے۔ مسجد امیر حمزہ(ناظم آباد) کے جلسوں میں دیکھا اور ایک مرتبہ ان کے دولت خانہ واقع گلبرگ ٹاؤن(کراچی) بھی حاضر ہوا تھا۔ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری تو ہمارے سرپرستِ اعلیٰ تھے ان کی اقتداد میں کئی دینی ومذہبی امور سرانجام دیئے۔ رمضان گلتر صاحب نے سیکٹر4، نارتھ کراچی، میں فیض القرآن کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ غلام محمد قادری کے مکتبہ حنفیہ پاک پبلی کیشنز، میں راقم ملازم رہا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا الیاس قادری اور قاری رضاالمصطفیٰ اعظمی، سے جو قلبی تعلق رہا وہ تو اکثر لوگوں کو معلوم ہے۔ مگر افسوس کہ راقم اپنے ممدوح سے شرفِ ملاقات حاصل نہ کر سکا۔

پاکستان میں سیاسی خدمات:

ابوزاہد نظامی، علامہ ازہری کی حکمت بھری سیاسی گفتگو کو اس طرح قلم بند کرتے ہیں "حکومت کے تشدّد سے عوام جس طرح خائف ہیں اس کی تمام ذمہ داری حزب اقتدار پر عائد ہوتی ہے۔ حکومت کا برتاؤ اپنی عوام کے ساتھ ایسا ہونا چاہیے، جیسے شفیق ماں کا اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اپنی خامیوں اور غلطیوں کا سُن کر برافرختہ ہونا، آمرانہ مزاج کی نشاندہی کرتا ہے۔ جو شخص اپنی غلطیوں کا سُن کر اپنی اصلاح نہیں کرتا بلکہ " ہیچومادیگرے نیست" کے پندار میں مگن رہتا ہے، وہ بلآخر زوال وادبار کا شکار ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو حکومت اپنی غلطیوں اور خامیوں کے بارے میں تنقید سُننا گوارا نہیں کرتی وہ بھی جلد صفحہ ء ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ تاریخ ہمیں کتنے ہی ایسے آمروں کے نام بتاتی ہے جو خود کو عقلِ کل سمجھتے تھے مگر اُن کی یہ غلط فہمی ان کی پوری قوم کو لے ڈوبی۔"[36]

علامہ ازہری نے 1974ء میں قائم حکومت کے رویّہ کی جو نقاب کشائی کی اس میں ہر دور میں ترقی ہوتی گئی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر دوسرا آدمی ڈر، خوف اور احساسِ کمتری کے ساتھ نفسیات کے مرض میں مبتلا ہو گیا ہے۔ علامہ الازہری کی سیاسی خدمات کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

علامہ الازہری اور جمیعت:

قیام پاکستان سے قبل، جمیعت علماء پاکستان کا نام "آل انڈیا سنی کانفرنس" تھا۔ اور ظاہر اس نام سے پاکستان میں کام کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے پاکستان میں اُس سیاسی جماعت کا نام جمیعت علماء پاکستان رکھا گیا۔[37]

---

[36] - نظامی ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، فروری، 1974ء، ص17

[37] - نعیمی غلام معین الدین، حیات صدر الافاضل، فرید بک اسٹال، لاہور، طبع اول، نومبر 2000ء، ص 196

قیام پاکستان سے قبل علامہ الازہری کی آل انڈیا سنی کانفرنس سے وابستگی تھی۔اس لیے میرے ممدوح اول دن سے ہی جے یو پی سے وابستہ تھے۔ عرفانِ منزل، کراچی لکھتا ہے کہ " پاکستان میں بھی مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔" [38] محمد انعام المصطفیٰ کے بقول، علامہ الازہری، دو مرتبہ ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ آپ صرف علماء و مشائخ کے ہی نہیں بلکہ عوامی نمائندے بھی تھے کئی تجاویز آپ نے اسمبلی میں پیش کیں۔" [39]

علامہ الازہری پاکستان کی سیاست میں پہلی مرتبہ،1970ء کے انتخابات میں منظرِ عام پر آئے اور جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر بطور امیدوار قومی اسمبلی حلقہ لانڈھی/ کورنگی سے کھڑے ہوئے اور کامیاب قرار پائے۔اس الیکشن میں منتخب ہو کر علامہ ازہری نے نے جو خدمات پیش کیں ان کی زبانی ملاحظہ کیجیے:

ابو زاہد نظامی کے ایک سوال کے جواب میں علامہ ازہری نے کہا" حزب اقتدار جس طرح الیکشن جیتی ہے اس کا حال ساری قوم کو معلوم ہے۔ مگر ایک بات بھٹو صاحب کو سمجھ لینی چاہیے کہ اگر اس طرح زبردستی الیکشن جیتنے کا سلسلہ جاری رہا تو کچھ عرصہ بعد یہاں جمہوری عمل بالکل ختم ہو جائے گا،اس صورت میں ملک و قوم کو جو نقصان پہنچے گا وہ آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔" یہ بات علامہ ازہری نے فروری1974ء کو کہی تھی جو اُن کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔علامہ ازہری نے یہ جو کہا تھا کہ اگر اس طرح زبردستی الیکشن جیتنے کا سلسلہ جاری رہا۔واقعی" زبردستی الیکشن جیتنے "کی ریت جو بقول ازہری صاحب کے پیپلز پارٹی نے جاری کی وہ اب تک جاری ہے۔ہر الیکشن کے بعد ہمیں ایسی باتیں "دھاندلی ہوئی" سننے کو ملتی رہتی ہیں اس حوالے سے پاکستان پیپلز پارٹی،ایم کیو ایم اور مسلم لیگ(ن) نے جو شہرت حاصل کی وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

ابو زاہد نظامی کے ایک سوال کے جواب میں علامہ ازہری نے کہا"آپ کو شاید علم نہیں کہ متحدہ محاذ کے صدر پیر صاحب پگاڑا شریف کو کن اقتصادی اور سیاسی پریشانیوں میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ اُن کی جائیداد تباہ کر دی گئی ہے اُن کے بے شمار آدمی قتل کر دیے گئے ہیں۔بظاہر انہیں مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ وہ بڑے ہی باحوصلہ جمہوری لیڈر ہیں۔ایک ملاقات میں ان مصائب کا ذکر آیا تو فرمانے لگے قوم کو نقصان اور ہلاکت سے بچانے کے لیے یہ ذاتی نقصان بہر حال برداشت کروں گا۔"[40] حکومتِ وقت پر تنقید کرتے ہوئے علامہ ازہری نے کہا کہ "ملک کے اندر ہنگامی حالات (Emergency)نافذ ہیں۔ حکومت جو آئینی خلاف ورزیاں کر رہی ہے،ایمرجنسی کی وجہ سے ہم عدالت میں بھی نہیں جا سکتے اسی لیے ہمارا مطالبہ ہے کہ ملک میں ایمرجنسی ختم کی جائے،اصل میں ایمرجنسی حکومت نے اپنی مَن مانی کے لیے نافذ کر رکھی ہے۔ملک میں ایمرجنسی نہ ہو تو پھر حکومت کو آئین کی خلاف ورزی کی جراءت نہیں ہو سکتی۔ہمارے ہاں یہ بڑی

[38] . عرفانِ منزل، کراچی(مُصلح الدین نمبر)،ص:354

[39] - تفسیر الازہری،ص415

[40] - نظامی ماہنامہ ضیائے حرم،لاہور،فروری،1974ء،ص 19

مصیبت ہے کہ " لینے کے باٹ اور ہیں اور دینے کے اور۔" ولی خان کو خُود حکومت کی طرف سے کئی بار مرکز میں وزارت کی پیش کش ہو چکی ہے اور اب حال ہی میں نیب کے لیڈروں سے حکومتی نمائندے جیلوں میں ملاقاتیں کر رہے ہیں۔اور نیب کو اپنے ساتھ ملانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ گویا ولی خان حکومتی پارٹی کے ساتھ ہوں تو محبِّ وطن ہے اور حزب اختلاف کے ساتھ ہو تو غدار ہے۔ اگر ولی خان غدار ہے تو اس پر عام ملکی قانون کے مطابق مقدمہ کیوں نہیں چلایا جاتا؟ رسول اللہ ﷺ نے مشترکہ مفاد کے لیے یہودیوں تک کے ساتھ اتحاد کیا تھا لہٰذا اسلامی نقطہ ءنظر سے یہ کوئی غیر اسلامی فعل نہیں۔ ولی خان تو بہر حال مسلمان ہیں۔ ان کے ساتھ مشترکہ مقاصد کے لیے اتحاد کیوں نہیں ہو سکتا۔ اور پھر آپ یہ بھی دیکھیں کہ جن 12 نکات پر ہمارا اتحاد ہوا ہے ان میں ایک نکتہ بھی تو ایسا نہیں جو اسلام، جمہوریت اور ملکی سالمیت کے خلاف ہو۔"

کئی حوالوں سے ہم نے خان عبدالولی خان کے بارے میں سنا وہ اصول پسند انسان تھے۔ جہاں تک علمائے پاکستان کا تعلق ہے تو ان میں سے بعض نے ہمیشہ اور ہر دور میں اخلاص سے دین کی خدمت کی اور کلمۃ الحق کا پرچم بلند کیا۔

فروری 1974 کو پاکستان میں منعقد ہونے والی اسلامک کانفرنس کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے علامہ ازہری نے کہا کہ "ہم نے حکومت سے کہا ہے کہ اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لیے ہمارا بھی ایک وفد تشکیل دیا جائے، اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہم اپنے اسلامی بھائیوں سے انفرادی طور پر ملنے کی کوشش کریں گے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہ کانفرنس ضرور ہو اور مسلمان سربراہ آپس میں مل بیٹھیں۔ اگر صحیح خطوط پر کام ہو تو اس کانفرنس سے بڑے اچھے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اور اسلامی بلاک قائم ہونے کی راہ نکل سکتی ہے۔"

علامہ ازہری کے اس بیان سے تصورِ اخوت اسلامی کو تقویت ملتی ہے واقعی علامہ ازہری اور ان کے ساتھ والے اخوت اسلامی کے علمبردار اور اصولوں پر مبنی اسلامی سیاست کے داعی تھے۔

علامہ ازہری اور اقتصادیات:

بڑھتی ہوئی مہنگائی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے علامہ ازہری نے کہا کہ "موجودہ گرانی اصل میں حکومت کی بے تدبیریوں کی بدولت ہے۔ وزیر خزانہ صاحب جب سکے کی قیمت گھٹائی تھی تو اس وقت ماہرینِ معاشیات نے کہا تھا کہ اس کے اثرات بہت جلد گرانی کی صورت میں سامنے آئیں گے۔ اس پر وزیر خزانہ نے جوابی بیان داغا تھا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ مگر ایسا ہو کر رہا۔ گرانی کی ایک اور بڑی وجہ اسمگلنگ ہے۔ جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ علاوہ ازیں زرِ مبادلہ کمانے کے شوق میں ہر چیز ملک سے باہر بھیجی جارہی ہے حتیٰ کہ عام ضرورت کی چیزیں مثلاً گھی، چینی، پیاز، گوشت، سبزیاں اور مرغیاں تک دھڑادھڑ ملک سے باہر بھیجی جارہی ہیں۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ کی چیزیں دوسرے کھاتے ہیں اور آپ کے حصے میں گرانی آتی ہے۔ تجارت پوری طرح حکومت کے ہاتھ میں ہے بعض بڑے تاجر اگر گرانی کے ذمہ دار ہیں تو حکومت کو ان سے نپٹنا

چاہیے۔آخر وہ کس مرض کی دوا ہے۔کہا جاتا ہے کہ گرانی بین الاقوامی مسئلہ ہے؟ضرور ہے مگر ہمارے ملک کی گرانی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہمارے ہاں کی گرانی سو فیصد حکومت کی نالائقی کی بدولت ہے۔"

علامہ ازہری کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی نظر صرف مذہب پر نہیں بلکہ اقتصادیات پر بھی تھی۔واقعی اُس دور میں حزب اختلاف نے اپنے حب الوطنی کا ثبوت دیتے ہوئے ملکی سیاست میں اہم کردار ادا کیا۔آج بھی اسمبلی میں ایسی حزب اختلاف جماعت کی اشد ضرورت ہے جو حزب اقتدار پر تنقید برائے اصلاح کرے،انسانیت کی تذلیل نہ کرے۔علامہ ازہری کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مہنگائی کی کئی وجوہات ہوتی ہیں جن کی علامہ صاحب نے نشاندہی کی ہے۔

مفاد پرستوں کی مخالفت:

جمیعت علماء پاکستان میں موجود مفاد پرستوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے علامہ ازہری نے کہا کہ "جو لوگ نوازِشات کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے وہ ہم سے الگ ہو گئے ہیں۔آج اگر ان پر تیسری جگہ سے نوازشوں کا سلسلہ شروع ہو جائے تو وہ فوراً بھٹو صاحب کو چھوڑ کر اُدھر کا رخ کر لیں گے۔بہر حال پہنچی وہی پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔ہم اس معاملے میں ہر گز مشوّش نہیں ہیں۔رہا جمیعت (جے یو پی) کا حال تو ہم ان دنوں تنظیم سازی کر رہے ہیں،لاہور میں دفتر نہیں تھا،وہ اب لے لیا گیا ہے اسی طرح سندھ میں بھی تیزی سے کام ہو رہا ہے۔(جمیعت سے جو ارکان الگ ہوئے ہیں ان کا پنجاب سے تعلق ہے؟) نا بھئی میں اس کی کوئی وجہ بیان نہیں کروں گا کل کلاں کوئی کہے گا کہ سندھ والے پنجاب کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔یہ آپ کا معاملہ ہے آپ بہتر سمجھتے ہیں۔ہم تو انہیں سلام بھی نہیں کرتے۔پیپلز پارٹی والوں سے علیک سلیک ہوتی ہے اصل میں بات یہ ہے کہ اگر انہوں نے کسی اصول کی وجہ سے پارٹی کی مخالفت کی ہوتی تو ہم انہیں ضرور منا لیتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ لالچ اور خوف کی وجہ سے ہم سے الگ ہوئے ہیں۔آج اقتدار ہمارے پاس آجائے تو یہ سب بھاگے ہوئے ہمارے قدموں میں آگریں گے۔

آج کے اس پرفتن دور میں بھی ہر دور کی طرح مفاد پرست مذہب کا نام دنیاوی مقاصد حاصل کرنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔لیکن افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ وہ صرف دیوبندی،بریلوی یا سنی،شیعہ تفریق نہیں کرتے بلکہ اب تو یہ حال ہے کہ لسانی اور علاقائی بنیادوں پر بھی اپنے مفاد کے خاطر تفریق،تنقید اور مخالفت کرتے ہیں۔ان کے دل میں نہ تو خوفِ خدا ہے اور نہ ہی شرم وحیاء ہے۔بقول فاضل بریلویؒ

شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔

بلوچستان اور جمیعت:

ابو زاہد نظامی نے بلوچستان کے متعلق،علامہ ازہری سوال کیا تھا انہوں نے جواب میں نے کہا"بلوچستان کے حالات معلوم کرنے کے لیے حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے وفد الگ الگ سرکاری طور پر وہاں گئے تھے۔چند دنوں میں اسمبلی میں

بلوچستان کی صورت حال پر بحث ہونے والی ہے میں چونکہ حزب اختلاف کے وفد میں شامل تھا۔اس لیے تفصیل کے ساتھ اسمبلی کے اندر ہی بات کروں گا۔"[41]

بلوچستان کے حالات معلوم کرنے کے لیے حزب اختلاف کا جو وفد سرکاری طور پر وہاں گیا تھا ان میں علامہ ازہری شامل تھے۔اس کے بعد قومی اسمبلی میں بلوچستان کی صورت حال پر بحث ہوئی ہوگی اور وہ یقیناً آن دی ریکارڈ ہوگی اور یقیناً ازہری صاحب نے اس حوالے سے حاصل سیر بحث بھی کی ہوگی جس کی تفصیل ہمیں معلوم نہ ہو سکی۔البتہ ایک دورہ بلوچستان کے حوالے سے ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی نے لکھا ہے کہ "علامہ ازہری اور مولانا افغانی کا والہانہ استقبال جمیعت عُلماء پاکستان صوبہ بلوچستان۔ماہ اگست میں جمیعت عُلماء پاکستان صوبہ سندھ کے صدر اور سابق ممبر قومی اسمبلی حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری اور مجلس شوریٰ کے رکن حضرت مولانا غلام دستگیر افغانی اور انجمن طلباء اسلام کے نمائندے جناب قمر ادریس نے بلوچستان کا دورہ فرمایا اور جمیعت کی کارکردگی کو اور زیادہ منظم کرنے کے لیے مختلف وفود سے ملاقاتیں کیں۔ان وفود میں سیاسی ،سماجی کارکن وکلاء، طلباء،مزدور و نمائندے اور علماء شامل تھے۔عوام بلوچستان ایک لمبی مدت تک برسر اقتدار طبقے کی زیادتیوں کا شکار رہے ہیں اور اب ان کے دل کی دھڑکن اور آرزو یہی ہے کہ اس سرزمین پر جتنی جلد ممکن ہو سکے نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ ہو۔ان حضرات نے کوئٹہ ،مستونگ کا دورہ کیا اور ساتھ ہی کانسی روڈ کوئٹہ پر دفتر صوبائی جمیعت عُلماء پاکستان کا افتتاح فرمایا۔بلوچستان کے مقتدر علماء کرام کے ہمراہ صوبائی جمیعت کے صدر مولانا فتح محمد صاحب، سیکریٹری جنرل مولانا حبیب احمد صاحب اور جناب غلام علی صاحب خلجی نے وفد کے اعزاز میں عشائیہ دیا اور ہر ممکن جدوجہد کے عزم کا اظہار کیا۔"[42]

پروفیسر شاہ فرید الحق رقم طراز ہیں "اسی اثنا میں بھٹو صاحب نے بلوچستان کا دورہ کیا وہاں کے غیور بلوچ اور پٹھانوں نے قادیانیوں کے متعلق اپنے ردّ عمل کا اظہار کیا تو بھٹو صاحب نے فوری طور پر ایک تاریخ مقرر کر دی وہ غالباً اگست 1974ء کی کوئی تاریخ تھی لیکن بعد میں یہ تاریخ بدل دی گئی اور 7 ستمبر 1974ء فیصلہ کی آخری تاریخ مقرر کی گئی۔[43]

---

[41] . ماہنامہ ضیائے حرم،لاہور،فروری،1974ء.ص 19-21

[42] - ماہنامہ ترجمان اہل سنت،کراچی،ستمبر 1977ء . ص 34

[43] - فرید الحق،"قومی اسمبلی میں قادیانیت پر آخری ضرب"،بشمول ماہنامہ ضیائے حرم،لاہور (تحریک ختمِ نبوّت نمبر) ، ص 31

علامہ الازہری اور مسئلہ ختمِ نبوّت:

ابو زاہد نظامی نے قبلہ نورانی میاں سے سوال کیا کہ اسمبلی میں مسئلہ ختمِ نبوّت پر آپ سے تعاون کرنے والے مردانِ کار کے نام بھی بتادیجیے تو انہوں نے ان کے نام بیان کیے "علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، مولانا محمد ذاکر، مولانا محمد علی، پروفیسر غفور، احمد، مولانا مفتی محمود، سردار شیر باز خان مزاری۔ مخدوم نور محمد ہاشمی اور صاحبزادہ احمد رضا قصوری۔۔"[44]

عرفانِ منزل، کراچی لکھتا ہے کہ علامہ الازہری نے "1970ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو کر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور دستور میں مسلمان کی تعریف پیش کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔" [45]

ترجمان اہلسنت، کراچی نے لکھا ہے کہ "مسئلہ ختمِ نبوّت پر مسٹر بھٹو سرنگو ہوئے تو ان کے حواریوں نے اس بات کی آڑ لی کہ علماء کے اختلاف اس قدر ہیں کہ وہ مسلمان کی تعریف کرنے سے قاصر ہیں اور اس چیلنج کو علامہ عبد المصطفیٰ الازہری نے قومی اسمبلی میں قبول کیا اور چند گھنٹوں میں مسلمان کی تعریف کا مسودہ پیش کیا کہ جس پر تمام مکاتبِ فکر کے علماء متفق تھے اور اس مسودّہ کا انگریزی ترجمہ پروفیسر شاہ فرید الحق نے کیا اور وہی ترجمہ پاکستان کے آئین میں شامل کر لیا گیا۔"[46]

اس بارے میں مزید وضاحت کر دی جائے وہ یہ کہ پروفیسر شاہ فرید الحق کے بقول: مرزا ناصر الدین ربوہ گروپ اور لاہوری گروپ کے سربراہ صدر الدین نے اپنی صفائی پیش کرنے کی اجازت مانگی کمیٹی نے خوشی سے اجازت دے دی۔ مرزا ناصر الدین ایک محضر نامہ کے ساتھ آئے۔ محضر نامہ پڑھا گیا۔ اس پر کمیٹی کے علماء اور دیگر افراد نے سوال نامہ مرتب کیا نیز علمائے ملت نے کی طرف سے محضر نامہ کا جواب دیا گیا۔ سوالوں کی تعداد طویل تھی تقریباً 75 سوالات صرف علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور مولانا ذاکر صاحب کی طرف سے پیش کئے گئے۔" اس شہادت سے بھی علامہ الازہری کی اسمبلی میں پیش کی گئی دبنگ کارکردگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔[47]

پروفیسر شاہ فرید الحق رقم طراز ہیں" مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبد المصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور اس ضعیفی میں مولانا ذاکر صاحب نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ بقول مولانا نورانی کے کہ انہوں نے تین ماہ کے دوران تقریباً پنجاب کے علاقہ میں چالیس ہزار میل کا دورہ کیا رات رات بھر دورے کرتے رہے تقریریں کیں۔ مسلمان اہل سنت کو حقائق سے روشناس کرایا اور پھر اسمبلی کی کمیٹی اور رہبر کمیٹی میں فرائض انجام دیئے سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ان کے محضر نامہ کے جواب کی تیاری کی۔ مولانا عبد المصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی

---

[44] - نظامی ابو زاہد، "انٹرویو: مولانا شاہ احمد نورانی"، بشمول ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور (تحریک ختمِ نبوّت نمبر) دسمبر 1974ء، ص 25

[45] - عرفانِ منزل، کراچی (مُصلح الدین نمبر)، ص 354

[46] - اداریہ "انصاف کے تقاضے اور قومی اتحاد" بشمول، ترجمان اہلسنت، کراچی، ستمبر 1977ء، ص 8

[47] - فرید الحق، "قومی اسمبلی میں قادیانیت پر آخری ضرب"، بشمول ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور (تحریک ختمِ نبوّت نمبر)۔ ص 33

رضوی اور مولانا ذاکر نے سوالات اور جوابی سوالات تیار کیے۔ مسلسل مہینوں اجلاس میں شرکت کے لیے اسلام آباد میں مقیم رہے۔" [48]

محمد صادق قصوری نے روزنامہ نوائے وقت، لاہور، 16 ستمبر 1974ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ: مولانا شاہ احمد نورانی اور علامہ الازہری نے 15 ستمبر 1974ء کو مرکزی جامع مسجد، کراچی میں ایک جلسہ سے خطاب میں اس عزم وارد ے کا اعلان کیا ہے کہ "تحریک ختم نبوّت کا روح پور و اتحاد جاری رہنا چاہیے۔ ورلڈ اسلامک مشن کی تمام شاخوں کو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر، ہونے والے پروپیگنڈے کے توڑ کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے۔ تحریک ختم نبوّت میں پنجاب کے عوام نے زبردست قربانیاں دی ہیں۔" [49]

علامہ الازہری اور تحریک نظام مصطفیٰ:

ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی کے بقول علامہ الازہری نے "1977ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں علامہ شاہ احمد نورانی صاحب کی نیابت فرمائی۔" [50]

سنی سیاست:

قیام پاکستان سے قبل سنی دو دھڑوں میں تقسیم تھے۔ دیوبندی اور بریلوی۔ قیام پاکستان کے سلسلے میں بریلویوں کی خدمات دیوبندی سے زیادہ ہیں۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد سنی (بریلوی) تنظیمیں مسائل و اختلافات کا شکار رہیں۔ پھر آہستہ آہستہ ان علماء و مشائخ کی سیاسی تقسیم اس طرح سے ہو گئی۔ حاجی محمد حنیف طیب صاحب نے نظامِ مصطفیٰ پارٹی بنائی، جنوبی پنجاب میں بھی دو سیاسی گروپوں کا وجود تھا۔ ایک گروپ، صاحب زادہ فضل کریم، فیصل آبادی کا تھا اور دوسرا نورانی میاں کا۔ 1988ء الیکشن کے بعد مولانا عبدالستار خان نیازی، نورانی میاں سے الگ ہو گئے۔ ان کا گروپ، نیازی گروپ کہلایا اور انہوں نے نواز شریف سے اتحاد کیا۔ 2002ء میں راقم ماہنامہ سنی ترجمان سے وابستہ تھا سنی تحریک بھی سیاست میں آ گئی۔ عباس قادری کی ٹیم نے مجھ سے رسمی طور پر سیاست میں آنے کا مشورہ لیا تھا۔ نورانی میاں کے انتقال کے بعد نورانی گروپ دو دھڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ ممتاز قادری کی پھانسی کے بعد ایک گروپ اور سیاست میں آ گیا۔ اب سب اپنے اپنے نام کی مالا جپ رہے ہیں۔ علامہ اقبال حیات ہوتے تو اب یوں کہتے:

ع ایک ہوں مسلم وطن کی پاسبانی کے لیے

---

[48] - ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور (تحریک ختمِ نبوّت نمبر)، ص 34

[49] - قصوری محمد صادق، "تحریک ختم نبوّت میں جمعیت عُلماء پاکستان کا کردار"، بشمول ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور (تحریک ختمِ نبوّت نمبر) ص 124

[50] - صدیقی بزرگان کراچی، ص 117

حاصل ہوا کہ ستر کی دھائی کی سیات جو ہمارے اکابرین نے کی جن میں میرے ممدوح علامہ ازہری بھی شامل تھے۔ان کی سیاست کو عبادت اور وطن کی خدمت کا نام دے سکتے ہیں۔ بعض لوگوں نے ان سے لسانی تعصب بھی کیا لیکن یہ اللہ کے مجاہد اپنے مشن پر ڈٹے رہے۔ کون نہیں جانتا نورانی میاں اردو اسپیکنگ تھے لیکن انہوں نے کبھی ایم کیوایم کی سیاست کو اچھا نہیں جانا اور نہ ہی ان کے ساتھ کسی قسم کا تعاون، کیا۔ یہی روش جماعت اسلامی کے پروفیسر عبد الغفور بریلوی کی تھی۔ ہمیں بھی ان بزرگوں نے لسانیت پرستی سے دور رہنے کا درس دیا۔ اور آج کی مذہبی سیاست صرف اور صرف ایک پٹے ہوئے ڈرامہ سیریل کی طرح ہے۔ جس کا نہ کوئی سر ہوتا ہے نہ پیر، نہ تعلیم و تربیت اور نہ ہی کوئی نصیحت۔ اوپر سے مذہب پرست اندر سے قوم و لسانیت پرست۔

غیر جماعتی انتخابات:

علامہ الازہری نے دوسرا الیکشن آپ نے 1985 کے غیر جماعتی انتخابات میں آزاد حیثیت سے حلقہ ملیر سے جیتا تھا۔ جب کہ " اس الیکشن میں عملی طور پر جمیعت علماء پاکستان نے الیکشن کا بائیکاٹ کیا تھا جو کہ جمیعت کی ایک بڑی غلطی تھی۔"[51]

اس غیر جماعتی انتخابات میں کھارادر کے حلقے سے علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کامیاب ہوئے تھے۔ ان کا انتخابی نشان " قلم دوات " تھا۔ مفتی ظفر علی نعمانی نے نارتھ کراچی سے الیکشن لڑا تھا، ان کا انتخابی نشان ٹیلی فون تھا۔ ان کے مدمقابل، شیر کراچی سید سعید حسن (ان کا انتخابی نشان یاد نہیں)، فلمسٹار سید کمال (انتخابی نشان، مٹکا) اور عثمان رمز (انتخابی نشان، تالا) تھے۔ لیکن الیکشن میں جماعت اسلامی اور مسلک علمائے دیوبند کے حمایت یافتہ عثمان رمز اور صوبائی اسمبلی میں مولانا محمد زکریا (انتخابی نشان، گلدستہ) کامیاب قرار پائے تھے۔

علامہ ازہری اور جماعت اہلسنت:

علامہ ازہری 1964ء تا 1973ء صدر جماعت اہلسنت پاکستان کے منصب پر فائز رہے۔ فیض الرسول نورانی لکھتے ہیں:

علامہ ازہری نے بحیثیت صدر جماعت اہلسنت پاکستان، سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگ (دارالسلام) جون 1970ء اور سنی کانفرنس کراچی، اگست 1970ء، شرکت کی اور خطاب فرمایا۔[52]

فیض الرسول نورانی نے جون 1970ء سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگ (دارالسلام) میں شرکت کرنے والے اکیس علماء کرام کے نام تحریر کیے ہیں ان میں تیسرا نام علامہ ازہری، کا ہے۔[53] جب کہ اگست 1970ء سنی کانفرنس کراچی، میں شرکت کرنے

[51] - نورانی فیض الرسول حیاتِ جمیل مع افکارِ جمیل (جلد دوم)، مکتبہ اہل سنت، لاہور، 2009ء، ص 85

[52] - نورانی حیاتِ جمیل مع افکارِ جمیل (جلد دوم)، ص 54 تا 57

[53] - نورانی حیاتِ جمیل مع افکارِ جمیل (جلد دوم)، ص 54

والے بائیس علماء کرام کے نام تحریر کیے ہیں ان میں ستر واں نام علامہ ازہری، کا ہے۔ [54] مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ایک سال میں دو مرتبہ ایک ہی شہر میں وہ بھی دو ماہ بعد سنی کانفرنس کیسے منعقد ہو سکتی ہے؟ جون میں اور پھر اگست میں۔؟

ملک محبوب الرسول قادری، جون 1970ء سنی کانفرنس کراچی، کی تفصیل بتاتے ہیں: جون 1970ء میں سنی کانفرنس کراچی میں میں منعقد ہوئی حضرت مولانا شاہ احمد نورانی، علامہ عبد المصطفیٰ الازہری صدر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان، مولانا غوث محمد شاہ جیلانی صدر جمعیت علماء پاکستان حیدر آباد ڈویژن، مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا محمد شریف، مولانا غلام علی اوکاڑوی، علامہ شاہ عارف اللہ قادری، مولانا سلیم اللہ، مولانا جمیل احمد نعیمی، مولانا ضیاء الحامدی، مفتی شجاعت علی قادری اور مولانا صحبت خان صدر جمعیت علماء پاکستان (جیکب آباد) نے بھی خطاب فرمایا جب کہ علامہ سعادت علی قادری نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔"[55]

ملک محبوب الرسول قادری، اگست 1970ء سنی کانفرنس، ٹنڈو آدم کی تفصیل بتاتے ہیں: ٹنڈو آدم میں سنی کانفرنس، منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت پیر محمد قاسم شعوری نے فرمائی جب کہ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی، علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، پیر محمد قاسم شعوری، مولانا غلام عباس قادری سمیت متعدد علماء نے خطاب کیا۔" ملک محبوب الرسول قادری کے بقول" 16۔17، اکتوبر 1978ء میں سنی کانفرنس، ملتان میں منعقد ہوئی۔ اس کے چوتھے اجلاس میں علامہ ازہری نے خطاب کیا تھا۔[56]

پہلے جماعت اہل سنت پاکستان جو کہ عید میلاد النبی پر سبز رنگ کا جھنڈا جس پر گنبدِ خضرہ، کلمہ، چاند اور تارا بنے ہوتے تھے اور وہ جھنڈا سڑکوں پر نہیں بلکہ دفتر جماعت اہل سنت پاکستان، محمدی مینشن، مارسٹن روڈ (موجودہ وحید مراد روڈ) کراچی سے ملتا تھا۔ راقم بھی 1988ء میں مسجد مزدلفہ (موجودہ فیضِ مدینہ مسجد کریلا موڑ) نارتھ کراچی میں لگانے کے لیے لایا تھا۔ اسی سے ملتا جھلتا جھنڈا جمعیت علمائے پاکستان کا ہے۔ اب تو ہر شخص بظاہر رنگیلا نظر آتا ہے اور مزاج بھی تقریباً رنگین ہو گئے ہیں۔ اب تو میلاد کے جھنڈے بھی گرین کے بجائے رنگین نظر آتے ہیں۔ دور سے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ عید میلاد النبی کا جھنڈا ہے یا جماعتِ اسلامی کا۔ ہم نے اپنی زندگی میں دیکھا کہ ہمارے علماء کرام سیاسی و تنظیمی سطح پر بٹ کر رہ گئے۔ غیر سیاسی تنظیم، جماعت اہل سنت پاکستان، کے سندھ میں دو گروپ، جماعت اہل سنت پاکستان کراچی، اور جماعت اہل سنت پاکستان صوبہ سندھ۔ بزرگوں کے انتقال پر ملال کے بعد اب یہ تنظیمیں غیر فعال ہو کر رہ گئی ہیں۔

---

[54] - نورانی حیاتِ جمیل مع افکارِ جمیل (جلد دوم)، ص 57

[55] - قادری ملک محبوب الرسول، "سنی ورکرز کنونشن ملتان، ہمارا ماضی، حال اور مستقبل"، بشمول، ماہنامہ لا نبی بعدی، لاہور، اپریل 2002ء، ص 41

[56] - ماہنامہ لا نبی بعدی، لاہور، اپریل 2002ء، ص 41

تصانیف وتالیفات:

علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری چونکہ ایک سیاسی وعوامی رہنماہونے کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کے شعبہ سے بھی وابستہ رہے اس لیے وہ تصانیف وتالیف کے کام کے لیے وقت نہ نکال سکے البتہ انہوں نے مولانااحمد رضاخان بریلوی کے ترجمہ قرآن پر تفسیری حاشیہ لکھنے کاآغاز کیاتھا۔ جس کانام "تفسیر الازہری" ہے۔ علامہ ازہری کی حیات میں اس کی ایک جلد طبع ہوئی تھی جو پانچ پاروں پر مشتمل تھی۔ اس تفسیر کو وہ اپنی زندگی میں مکمل نہیں کرسکے۔ محمد انعام المصطفیٰ کے بقول" بقیہ پاروں پر کام ابھی جاری ہے۔"[57]

بعض لوگوں نے ازہری صاحب کے انٹرویواور خطبات کو تحریری طور پر پیش کیاہے۔ جس سے ان کے مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی افکار کااندازہ لگایاجاسکتاہے۔ ڈاکٹر ناصرالدین صدیقی نے "تذکرہ علمائے اہلسنت" کے حوالے سے ان کی ایک اور تصنیف "تاریخ الانبیاء" کا بھی ذکر کیاہے۔

وفات:

ڈاکٹر ناصرالدین کے بقول: علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، کاوصال 17ربیع الثانی1410ھ/18نومبر 1989ء کو کراچی میں ہوااور دارالعلوم امجدیہ، کراچی میں مدفون ہیں۔ [58]مشائخ امجدیہ میں بھی سن وفات 1410ھ/ 1989ء درج ہے۔[59] اللہ رب العٰلمین انہیں جنت الفردوس میں ارفع واعلیٰ مقام عطافرمائے۔ آمین۔

علماء کااظہارِ عقیدت:

علامہ جمیل احمد نعیمی فرماتے ہیں "علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری عظیم شخصیت تھے نہ صرف اپنے علم وفضل کے اعتبار سے بلکہ اپنے اخلاق ومروت لطافت وظرافت کے لحاظ سے بھی بے مثال شخصیت تھی۔ میں ان کے متعلق کہاکرتاہوں کہ علامہ ازہری لطیفے سناتے نہیں بلکہ لطیفوں کو تخلیق کرتے ہیں۔ جب میرے استاد گرامی حضرت تاج العماء (مفتی محمد عمر نعیمی) کاوصال ہوا تو میں نے سبز مسجد صرافہ بازار میں بخاری شریف کی حدیث کے درس کاآغاز علامہ ازہری سے کرایا۔" [60]

---

[57] - تفسیر الازہری، جلداول، ص 416

[58] - صدیقی بزرگان کراچی، ص 117

[59] - راشدی سید محمد زین العابدین، مشائخ امجدیہ، عطاری پبلشرز، کراچی، اشاعت اول، مئی 2003ء، ص 5

[60] - نورانی حیاتِ جمیل مع افکارِ جمیل (جلد دوم)، ص 115

علامہ الازہری کے بقول "1950ء میں جب قاری (مصلح الدین صدیقی) صاحب آخوند مسجد میں امامت اور خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اتفاقاً جب بھی میں قاری صاحب کے یہاں گیا اور نماز کا وقت ہوتا تو میری موجودگی میں قاری صاحب نماز نہ پڑھاتے البتہ امجدیہ میں تقاریب کے موقع پر ہم لوگ قاری صاحب کو امامت کے لیے آگے کر دیتے تھے۔[61]

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

61 - عرفانِ منزل، کراچی (مُصلح الدین نمبر)، ص355